امتحانی مشق نمبر 1

(یونٹ: 1 تا 5)

مندرجہ ذیل سوالات کے جواب لکھیں۔

سوال نمبر 1۔ اسلام میں حدیث کی اہمیت اور حیثیت پر نوٹ لکھیں۔ (20)

سوال نمبر 2۔ ارکان اسلام پر نوٹ لکھیں۔ (20)

سوال نمبر 3۔ ایفائے عہد کی اہمیت پر نوٹ لکھیں۔ (20)

سوال نمبر 4۔ بدگوئی کی مذمت پر نوٹ لکھیں۔ (20)

سوال نمبر 5۔ باب السلام کی 1 تا 4 احادیث کا ترجمہ اور تشریح لکھیں۔ (20)

Downloaded From Talassus.com

ANS 01

اللہ تعالیٰ کا فرمان:’’و نزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شیئی‘‘سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ کلام مجید میں ہر چیز کا بیان موجود ہے، اس کتاب نے اپنے سینے میں دنیا کے ذرے ذرے اور قطرے قطرے کا علم سما رکھا ہے، متقدمین، کی حکایات اس کے اندر، اسلام کے احکام و فرائض اس میں پنہاں، زندگی کے اصول و ضوابط کو یہ جامع اور ایسے علوم و فنون جو کہ اپنے لحاظ سے ایک بلند رتبہ رکھتے ہیں ان کو ایک آیت یا چھوٹی سی سورت کے اندر بیان کر دیا گیا ہے۔ مثلاً علم فرائض جس کے بارے سرکار ﷺ نے فرمایا:’’ تعلموا الفرائض و علموہا الناس فانہا نصف العلم‘‘ (بیہقی، حاکم) علم فرائض کو سیکھو اور سکھاؤ کیوں کہ وہ آدھا علم ہے۔ اس علم کو قرآن مجید میں ایک آیت میں بیان کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح علم منطق جس کو دنیائے تعلیم و تعلم میں ایک خاصی اہمیت حاصل ہے اس کو کلام الٰہی میاتنے اختصار سے بیان کر دیا گیا ہے جو کہ عقل انسانی سے وراء ہے۔ غرض کہ دنیا کے بے شمار علوم و فنون کا ماخذ و مرجع یہی کتاب ہے۔

اسی لئے اس کلام کا سمجھنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے، ہر شخص اس کے مفاہیم کا بخوبی احاطہ نہیں کر سکتا ہے، اس کی آیات و سورہ کا خلاصہ و تفسیر میں مفسرین کے قلموں کی سیاہی خشک ہو گئی اور وہ اپنی حیات کے طویل سفر کو طے کرکے اس دار فانی سے کوچ کر گئے اور آخر میں یہ کہہ گئے کہ ابھی ہم کما حقہٗ اس کی حقیقت سے روشناس نہ ہو سکے۔

غرض یہ کہ یہ بات محال ہے کہ ہر شخص قرآن پاک کے مفاہیم و مطالب کو سمجھ کر اس کے اوامر و نواہی کا احاطہ کر لے۔ لہٰذا ضرورت تھی اس کی وضاحت و خلاصہ کی، انسانوں کو کلام رحمان سمجھنے کے لئے زبان حق ترجمان کی ضرورت پڑی۔ لہٰذا اس ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے نبئ آخر الزماں ﷺ کی زبان کو خدا کے کلام کا ترجمان بنا دیا گیا۔ تاکہ لوگ آپ کے

ارشادات کو پڑھ کر کلام الٰہی کے مفاہیم کے سمجھنے میں مدد لے سکیں۔ لہٰذا رب قدیر نے کلام مجید میں ارشاد فرمایا: ’’وما ینطق عن الھویٰ ان ہو الا وحی یوحیٰ‘‘ (سورۂ نجم، پ:۲۷، آیت:۳،۴) اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔ (کنزالایمان) یعنی زبان نبی کی ہوتی ہے الفاظ خدا کے ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ارباب اصول نے حدیث کو بھی وحی کہا ہے۔ مگر اسے غیر متلو کے ساتھ مقید کر دیا ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے نبی کی زبان سے ادا ہونے والے الفاظ کی اہمیت کو ظاہر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ’’ما آتاکم الرسول فخذوہ و ما نہاکم عنہ فانتہوا‘‘(سورۂ حشر، پ ۲۸، آیت:۷)اور جو کچھ تمہیں رسولﷺ عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔ (کنز الایمان) یعنی نبئ کریم ا خواہ اللہ کی جانب سے قرآن کی شکل میں نازل ہونے والے احکام تمہیں سنا دیں یا اپنی جانب سے کوئی حکم تمہیں دیں اس کا قبول کرنا تم پر واجب ہے۔

اسی طرح ایک مقام پر ارشاد فرمایا: ’’ یٰایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم‘‘ (سورۂ نساء، پ:۵، آیت:۵۹)اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔ (کنز الایمان) یعنی اللہ کا حکم اپنی جگہ ایک الگ حیثیت رکھتا ہے اور رسول کا حکم ایک الگ حیثیت رکھتا ہے۔ جس طرح اللہ کا حکم ماننا ہم پر لازم ہے اسی طرح رسول کا حکم ماننا ہم پر لازم ہے۔ اللہ کا حکم ہمیں قرآن سے ملے گا اور رسول کا حکم حدیث سے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ جس طرح اللہ کا حکم، حکم وجوبی ہے اور نہی، نہئ وجوبی ہے۔ اسی طرح رسول کا حکم بھی حکم وجوبی ہے اور نہی، نہئ وجوبی ہے۔ اسی کی مطابقت میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر ارشادفرمایا: ’’ومن یطع اللہ و رسولہٗ فقد فاز فوزاً عظیماً‘‘ (سورۂ احزاب، پ:۲۲، آیت:۷۱)اورجو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔ (کنزالایمان) اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ کا حکم ماننے سے جس طرح کامیابی کی ضمانت ہے اسی طرح رسول کا حکم ماننے میں کامیابی کی ضمانت ہے۔ اس بات کا ثبوت صحابہ کرام ہی کے دور میں ہمیں عملی طور پر مل چکا تھا۔

ابتدائے اسلام کا دور ایسا تھا کہ مسلمان بہت ہی تنگدستی کے عالم میں اپنی زندگی کے لمحات گزارا کرتے تھے۔ بسا اوقات فاقہ کرکے اور بارہا اپنے پیٹ پر پتھر باندھ کر اپنی صبح کو شام کر نے پر وہ مجبور ہو جایا کرتے تھے۔ ایسے دور میں اعلانِ جنگ ہوا۔ اللہ کے دین کی حفاظت کے لئے سیکڑوں فرزندانِ توحید نے معرکۂ جنگ کے لئے اپنی کمر کس لی۔ بظاہر نحیف نظرآتے ہیں مگر ان کے جسم میں وثوق علی اللہ کی وہ قوت تھی جس کی بنیاد پر انہیں اپنی فتح و کامرانی کا یقین تھا۔ میدان جنگ میں آج مسلمانوں کو کفار کا مقابلہ کرنا ہے۔

Downloaded From Tajassus.com

اور حال یہ ہے کہ کچھ لوگوں کے پاس ہتھیار ہیں مگر کچھ لوگ ایسے ہیں جو بالکل نہتے ہیں ان کے پاس جنگ کرنے کے لئے کوئی ساز و سامان نہیں ہے۔ انہیں میں سے ایک صحابی حضرت شرحبیل بن حسنہ ص بھی ہیں۔ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں: یا رسول اللہ ﷺ میرے دل میں اللہ کے دین کی حمایت کا جذبہ موجزن ہے مگر جہاد کرنے کے لئے کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا: جائو اور کھجور کی شاخ توڑ لائو۔ گئے اور توڑ لائے۔ فرمایا جائو اسی کو لے کر جہاد کرو۔ میدان میں اتر گئے ، کفار پر دھاوا بول دیا اور اِس دلیری اور جواں مردی کے ساتھ جہاد کیا کہ ان کے دوسرے ساتھی ان پر رشک کرنے لگے۔ مسلمانوں نے جم کر مقابلہ کیا ، جنگ بھی فتح ہوئی اور مال غنیمت بھی ہاتھ آیا۔

اسی کے ساتھ جنگ احد کا معائنہ کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ اگر چہ اس جنگ کو مسلمانوں نے فتح کیا تھا مگر پھر بھی انہیں بہت سے جانی و مالی نقصانات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ اس جنگ میں نبئ کونین ﷺ نے چالیس تیر اندازوں کو یہ حکم فرمایا تھا کہ تم جبل احد کے اوپر چڑھ جائو اور جب تک میں نہ کہوں نیچے مت اترنا۔ مگر جب جنگ فتح ہوئی اور مسلمان مال غنیمت اکٹھا لگے تو وہ تیر انداز بھی نیچے اتر آئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کفار نے دیکھا کہ مسلمان اب دوسری جانب متوجہ ہو چکے ہیں، پلٹ کر حملہ کر دیا۔ بالآخر مسلمانوں کو بہت سے خساروں کا سامنا کرنا پڑا۔ مطلب یہ کہ ُاس جنگ میں سرکار کے حکم کی پاسداری کرتے ہوئے صحابئ رسول نے کھجور کی شاخ لے کر جہاد کیا تو ان پر رشک کیا جانے لگا اور اِس جنگ میں رسول کی حکم عدولی کرنے کی بنیاد پر فتح و کامرانی کے باوجود خسارے برتنے پڑے۔ اسی کی جانب اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول سے اشارہ فرمایا: ’’و من یطع اللہ و رسولہ فقد فاز فوزاً عظیما‘‘ (سورئہ احزاب، پ:۲۲، آیت: ۷۱) اورجو اللہ اور اس کے رسول کی فرمان برداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔ (کنزالایمان)

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ’’فلا و ربک لا یومنون حتیٰ یحکموک فی ما شجر بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجاً مما قضیت و یسلموا تسلیما‘‘ (سورئہ نساء، پ: ۵، آیت: ۶۵) تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔ (کنز الایمان)

ANS 02

ابوعبد الرحمٰن عبد اللہ بن عمر بن خطاب سے روایت ہے ،کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ’’اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے :گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں ،نماز قائم کرنا ،زکوٰۃ ادا کرنا،بیت

Downloaded From Tajassus.com

اللہ کا حج کرنا،اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔’’دین اسلام کی تکمیل ان پانچ ارکان سے ہوتی ہے جو مذکورہ حدیث کے اندر بیان کئے گئے ہیں۔اگر ان میں سے کوئی ایک رکن بھی نہ ہو تو دین کی عمارت نا مکمل ہی رہے گی۔اگرچہ توحید و رسالت کے اقرار کے بعد انسان اسلام میں داخل ہو کر مسلمان کہلانے کا حقدارہو جاتا ہے مگراس کا دین اس وقت مکمل ہوتا ہے جب وہ باقی ارکان پر بھی عمل پیرا ہو۔ اسلام کے مذکورہ ارکان میں سے کسی ایك رکن کی فرضیت کا انکار کرتے ہوئے اسے ترک کرنے والا کافر ہوجائے گاالبتہ سستی اور کاہلی سے چھوڑنے والا سخت کبیرہ گناہ کا مرتکب اور فاسق ہو گالیکن ملت اسلام سے خارج نہیں ہو گاسوائے نمازکے کہ محققین اہل علم کی ایک معتبر تعداد نے سستی و کاہلی سے بھی تارک نماز کو خارج از ملت قرار دیا ہے۔یہ تھے وہ ارکان اور بنیادی ستون جن پردین اسلام کی عمارت قائم ہے ۔اب ان تمام کی وضاحت کی جاتی ہے۔

اسلام کا پہلا رکن: توحید ورسالت کا اقرار

اسلام کا پہلا رکن دو حصوں پر مشتمل ہے۔حصہ اول’’ توحید ‘‘کہلاتا ہے ۔یعنی دل اور زبان سے اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں،وہی حاجت روا اور مشکل کشا ہے۔زندگی اور موت کا وہی مالک ہے۔اولاد دینے والا ،رزق پہنچانے والااور نفع و نقصان کا وہی مالک ہے۔صرف وہی مختار کل ہے باقی سب عاجز بندے ہیں۔کوئی نبی،ولی،فرشتہ یا بزرگ اللہ کی ذات یا صفات اور حقوق و افعال میں اس کا شریک وہمسر نہیں۔وہ اپنی ذات کی طرح صفات میں بھی یکتا ہے۔توحید کے برعکس عقیدہ کو شرک کہا جاتا ہے۔ اسلام کے پہلے رکن کا دوسرا حصہ ’’رسالت‘‘ کہلاتا ہے۔اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی راہنمائی کے لئے ہر زمانہ میں انبیاء ورسل مبعوث فرمائے یہ سلسلہ سیدنا آدم سے شروع ہوا اور محمد ﷺاس سلسلہ کی آخری کڑی ہیں۔آپ قیامت تک کے تمام انسانوں کے لئے نبی ورسول بن کر آئے ۔آپ کے بعد اب قیامت تک کوئی نبی و رسول نہیں آئے گا۔اگر کوئی نبوت یا رسالت کا دعویٰ کرے تو وہ کاذب ،دجال ہے اور اس کو ماننے والا کافر مرتد ہے۔

اسلام کا دوسرا رکن:اقامت صلوٰۃ

کلمہ پڑھ لینے کے بعد ایک مسلمان پر سب سے پہلے نماز کا فریضہ عائد ہو تا ہے۔دین اسلام میں نماز کی اہمیت پر بہت زور دیا گیا ہے۔قرآن مجید میں سینکڑوں با رنماز کا حکم آیا ہے۔اور بیسیوں جگہ نماز کو اہل ایمان کی علامت قرار دیا گیا ہے۔قیامت والے دن سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہو گا۔اگر آدمی نماز کے سوال میں کامیاب ہوگیا تو باقی تمام سوالوں میں کامیاب ہو جائے گا۔نبی ﷺنے اسلام اور کفر کے درمیان حدّ فاصل نماز کو ہی قرار دیا ہے۔بلکہ آپ نے نماز پر اس قدر زور دیا کہ فرمایا:’’جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز کی

Downloaded From Tajassus.com

تعلیم دواگر دس سال کا ہو جائے اور نماز میں سستی کا مرتکب ہو تو اسے سزا دو۔'' امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق کا فرمان ہے:''جو شخص نماز نہیں پڑھتا اس کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں[مؤطا:۴۵]قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں نماز کے لئے ''اقامت '' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔اقامت کا مفہوم صرف نماز پڑھ لینا ہی نہیں بلکہ نماز کو با الالتزام،مکمل آداب وشرائط کے ساتھ ہمیشہ پابندی کے ساتھ باجماعت مسنون طریقہ کے مطابق ادا کرناہے۔ اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اسلام کا تیسرا رکن:زکوٰۃ

زکوٰۃ کا لغوی معنی نشو ونما اور پاک کرنا ہے۔جو لوگ صاحب حیثیت ہوں ان پر اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے کہ وہ اپنی دولت میں سے مخصوص حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کریں۔تاکہ دولت گردش کرتی رہے اور مالداروں کے دل میں دولت کی محبت گھر نہ کر جائے۔نیز معاشرہ کے جو افرادمفلوک الحال،مفلس اور نادار ہوں ان کی مدد کی جائے۔جو شخص صاحب نصاب ہووہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مقرر کردہ حصہ ان کے متعین کردہ افراد میں تقسیم کردے مثلاًجو شخص ساڑھے سات تولے سونا یا ساڑھے باون تولے چاندی کا مالک ہو۔ سال گزرنے کے بعد اس پر اس دولت کا چالیسواں حصہ بطور زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔اسی طرح اگر کسی کے پاس چالیس بکریاں سال بھر موجود رہیں تو سال بعد ایک بکری بطور زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔اسی طرح گائے ،اونٹ وغیرہ کا علیحدہ علیحدہ نصاب ہے۔عشر اور صدقۃالفطر وغیرہ بھی زکوٰۃ کی اقسام ہیں۔

اسلام کا چوتھا رکن:حج

جو شخص صاحب استطاعت ہو ،یعنی اپنے اہل وعیال اورزیر کفالت اشخاص کی جملہ ضروریات پوری کرنے کے بعد سفر بیت اللہ کا متحمل ہو اس پر لازم ہے کہ وہ ایام حج میں اللہ تعالیٰ کے گھر جاکرمتعلقہ مناسک ادا کرے۔حج میں احرام باندھنا،بیت اللہ شریف کا طواف کرنا،صفا مروہ کی سعی کرنا،بال کٹوانا،منیٰ میں حاضری دینا،وقوف عرفہ اورمزدلفہ میں قیام وغیرہ شامل ہیں۔حج کا بہت ثواب ہے۔رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:''حج مبرور کی جزا جنت ہے۔''[متفق علیہ]ایک دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا :''حج کرنے کے بعد انسان گناہوں سے یوں پاک صاف ہو جاتا ہے گویا وہ آج پیدا ہوا ہے۔حضرت علی کا ارشاد ہے :جو شخص قدرت وطاقت کے باوجود حج نہیں کرتاوہ خواہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر۔یعنی اسلام پر اس کے خاتمے کا امکان نہیں۔ حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں:میرا ارادہ ہے کہ اپنے کارندوں کو ملک کے اطراف میں بھیج کر ان لوگوں کا پتہ چلاؤں جو استطاعت کے باوجود حج نہیں کرتے تاکہ ان پر جزیہ مقرر کر دوں،ایسے لوگ مسلمان نہیں،یہ لوگ مسلمان نہیں۔

Downloaded From Tajassus.com

اسلام کا پانچواں رکن:رمضان کے روزے

مسلمانوں پر سال بھر میں رمضان المبارک کے ایک مہینہ میں روزے رکھنا فرض ہے،روزہ ہر عاقل ،بالغ،صحت مند اور باشعورمسلمان مرد وعورت پر فرض ہے-صبح صادق سے لیکر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور نفسانی خواہشات پر کنٹرول رکھنے کا نام روزہ ہے-روزہ انسان کو متقی اور پرہیز گار بناتا ہے-مسافر اور مریض کو اجازت ہے کہ وہ روزہ چھوڑدیںالبتہ بعد از رمضان ان روزوں کی قضائی دینی ہو گی-روزے کی بڑی فضیلت اور ثواب ہے- آنحضرت ﷺ نے فرمایا:’’جوشخص ایمان کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کی خاطر روزے رکھے-اس کی سابقہ زندگی کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں‘‘[بخاری ،مسلم]روزہ سے جفا کشی،صبرو تحمل اور ناداروں سے ہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں روزہ طبی طور پر بھی لاتعداد فوائد کا موجب ہے- ان پانچوں ارکان کو دین اسلام میں بنیادی حیثیت حاصل ہے-جس طرح عمارت کے استحکام کے لئے بنیادوں کی گہرائی اور مضبوطی ضروری ہے اسی طرح اسلام کی پختگی بھی گہرے اور مضبوط ایمان کے بغیر نا ممکن ہے-اور جس طرح عمارت کی تزئین وآرائش کے لئے سجاوٹ کا سامان ضروری ہوتا ہے اسی طرح عمارت اسلام کی آرائش بھی اعمال صالحہ سے ہوتی ہے-بلکہ بعض اہل علم کے بقول اعمال کے بغیر ایمان کا وجود ہی عنقا ہے-اسی لئے آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں فرمایا:’’اسلام کی بنیاد ان پانچ چیزوں پر ہے-‘‘اس کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی عدم موجودگی میںہ عمارت ہی سرے سے غائب ہو جائے گی- بلکہ دوستی ودشمنی کا معیار بھی رسول اللہ نے انہی ستونوں پر رکھا ہے -کہ جو ان پر عمل کرے گا اس کے جان ومال کے تحفظ کی ضمانت دی جائے گی ورنہ اسلام کی نظر میں اس کا جان ومال غیر محفوظ ہے- حضرت عبد اللہ بن عمر صسے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:’’مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کرتا رہوں تاآنکہ وہ گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں،نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں-جب وہ یہ کام کر لیں تو وہ مجھ سے اپنے خون اور اموال محفوظ کر لیں گے سو ائے کسی اسلامی حق کے اور ان کا حساب اللہ پر ہو گا-

ANS 03

اسلام امن و سلامتی کا دین ہے- اس لیے وہ اپنے پیرو کاروں سے ان کی معمولات زندگی میں کسی بھی قسم کی کوتاہی یا غفلت برداشت نہیں کر تا-خاص طور پر جب معاملہ حقوق العباد یا اجتماعیت کا ہوتو اس کی اہمیت اور حساسیت اور بڑھ جاتی ہے- اسلام اپنی تعلیمات میں انسانی اعلیٰ اقدار اور قابل قدر صفات کو ترجیح دیتا ہے- دراصل اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جس میں ہر قسم کی خوبیاں پائی جاتی ہیں ، یہ وہ صراط مستقیم ہے جو تمام بنی نوع انسان

Downloaded From Tajassus.com

کی نجات اور فوز و فلاح کا ضامن ہے۔لطافت و طہارت اور پاکیزگی روح صرف اسی الہامی دین میں ہے۔اسلام چونکہ تمام تر محاسن کا مجموعہ ہے اسی لیے ربّ کائنات نے اسی دین کو اپنے لیے پسند فرمایا ہے: ارشاد ربانی ہے: '' دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہے۔'' (آلِ عمران ۱۹)۔ اس کی بے شمار بہترین صفات میںسے ایک صفت ایفائے عہد یا وعدے کی پابندی بھی ہے۔ ایفائے عہد ایک مسلمان کے دیگر فرائض میں سے ایک بڑا فرض ہے۔اگر کوئی انسان ایفائے عہد کی صفت سے خالی ہے تووہ انسانیت کے شرف سے ہی عاری سمجھا جاتا ہے۔

انسان لوگوں سے کوئی وعدہ کر کے اس سے پھر جاتا ہے تو وہ انسانی معاشرے میں نا قابل اعتبار سمجھ لیا جا تا ہے۔لوگ وعدے کی اہمیت کو قابل توجہ نہیں سمجھتے، بل کہ بعض اوقات ازراہِ مذاق یہ بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ '' وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو گیا''۔جب کہ قرآن حکیم میں وعدے کے بارے میں متنبہ کیا گیا ہے: '' اور اپنے عہد کو پورا کروکہ عہد کے بارے میں تم سے ضرور پوچھا جائے گا'' (بنی اسرائیل ۳۴)رسول کریم ﷺ نے وعدہ خلافی کی مذمت میں بڑے سخت الفاظ ارشاد فرمائے ہیںکہ : '' جس میں اپنے عہد کا پاس نہیں اس کا کوئی دین نہیں'' اسلام ان تمام معاہدوں کے احترام اور ان کی تکمیل کا بھی حکم دیتا ہے جن میں مالی ذمہ داریاں ہوں، تجارت اور دیگر تمام اقتصادی و معاشی امور میں اعتماد کی فضا اسی وقت پیدا ہوسکتی ہے جب ایفائے عہد کو اہم فریضہ سمجھ جائے۔ازدواجی معاملا ت میں اس کی بہت اہم اور سنگین صورت حال ہے ، اللہ کے رسول ﷺ نے اس ضمن میں بڑی سخت بات فرمائی ہے کہ: '' جس مرد نے کسی عورت سے کم یا کثیر مہر پر نکاح کیا اور نکاح کر تے وقت اس کے دل میں یہ بات تھی کہ کہ وہ مہر کی ادایگی نہیں کرے گا تو اس نے اپنی شریک حیات کو دھوکہ دیا، اور مہر کی ادائیگی کیے بغیر اگر اس کی موت واقع ہوگئی تو قیامت کے دن وہ شخص زانی کی حیثیت سے اللہ کے حضور پیش ہو گا '' ۔

بد عہدی اور بے وفائی اعتماد اور یقین و بھروسے کو ختم کر دیتی ہے۔انتشار اور لا قانونیت کا ماحول پیدا کردیتی ہے ، بعض اوقات باہمی رشتوں میں بھی دراڑیں ڈال دیتی ہے اور رحمی رشتے بھی شک اور بے یقینی کا شکار ہوجاتے ہیں۔اور خاندان میں نفرتیں اور عداوتیں جنم لیتی ہیں۔ عہد کی یہ پابندی ہر ایک کے ساتھ ہونی چاہیے خواہ کوئی شخص کافر ہو یا مؤمن! اس لیے کہ اسلام میں اخلاق اور فضیلت کے لیے کوئی فرق و تفاوت نہیں ہے ہر ایک کے ساتھ اچھے اخلاق برتنا اسلامی تعلیمات کا خاصّہ ہے۔اس سے تو اسلام اور دیگر مذاہب میں نمایاں فرق واضح ہوتا ہے۔اسلام کا سینہ ہر ایک کے لیے کشادہ اور اس کا دامن ہر ایک کے لیے امن و سکون اور بھائی چارہ کے لیے پھیلا رہتا ہے۔

Downloaded From Tajassus.com

سید سلیمان ندوی ؒ ’سیرت النبی‘ کی جلد ششم میں عہد کی پابندی کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں: ’’ عام طور پر لوگ عہد کے معنی صرف قول و قرار کو سمجھتے ہیں ، لیکن اسلام کی نگاہ میں اس کی حقیقت بہت وسیع ہے۔وہ اخلاق ، معاشرت ، مذہب اور معاملات کی ان تمام صورتوں پر مشتمل ہے جن کی پابندی انسان پر عقلاً، شرعاً، قانوناّ اور اخلاقاّ فرض ہے۔ اور اس لحاظ سے یہ مختصر سا لفظ انسان کے بہت سے عقلی، شرعی، قانونی ، اخلاقی اور معاشرتی فضائل کا مجموعہ ہے۔

مذہب کی بات کریں تو اللہ کی صفات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ وعدہ وفا کرتا ہے۔ متعدد جگہوں پر اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ وہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ اس پر مزید زور دیتے اور اعتماد بخشتے ہوئے سورۃ الحج کی آیت 47 میں فرماتا ہے کہ ’’اللہ تعالیٰ ہرگز اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ پھر اپنے بندوں کو بھی وعدہ پورا کرنے کی بھرپور تلقین کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ ’’اور وعدہ پورا کیا کرو (قیامت کے دن) وعدے کے بارے میں پوچھ ہوگی۔

(نبی اسرائیل34)۔ ساتھ ہی اپنے راست باز بندوں کی یہ صفت بھی سورۃ بقرہ میں بیان فرمادی کہ ’’اور جب وعدہ کرتے ہیں تو اسے پورا کرتے ہیں‘‘ یعنی صرف وعدے کرلینے ہی کافی نہیں بلکہ ان کو نبھانا اصل چیز ہے۔ اللہ نے آج تک جس قوم پر بھی عذاب نازل کیا وہ اپنی عبادت نہ کرنے کی پاداش میں نازل کیا بلکہ اپنے بندوں کے ساتھ ظلم، زیادتی، بد دیانتی، عدل و انصاف کے تقاضوں کے پورا نہ کرنے اور قول و فعل کے تضاد کی بنا پر کیا۔زندگی کا کوئی پہلو بھی اٹھا کردیکھ لیجئے ہر ہر لمحے اور موڑ پر انسان کسی نئے عہد کا امین ہوتا ہے۔ دیکھا جائے تو انسان کی یہ زندگی بھی ایک عہد ہے۔

عہد الست کی جانچ کے لیے ایک امتحان گاہ۔ وہی عہد الست جو اللہ نے بنی آدم سے اس جہاں میں آنے سے قبل لیا تھا کہ وہ شیطان کی بندگی نہ کریں گے اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔

انسان کے رشتے اس کے تعلق اور بقیہ معاملات بھی عہد کے متقاضی ہوتے ہیں۔ دراصل یہ عہد ہی ہے جو انسان کو انسانوں سے بندھ کررکھتا ہے۔ اپنی وفاداراِیاں اپنی ذات کسی ایک کے ساتھ منسوب کرنے کا عہد دراصل شادی ہے۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ لوگ شادی کو بس ایک معاشرتی ضرورت سمجھ کر اس کے اصل مفہوم کو فراموش کردیتے ہے۔ رشتوں کا تقدس کبھی ایکسٹرا میریٹل افیئر تو کبھی طلاق کی صورت پامال کیا جاتا ہے۔ یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ تعلق خصوصاً میاں بیوی کا تعلق ایک عہد ہے جسے ایفا کرنا دونوں کی برابر ذمہ داری ہے۔

Downloaded From Tajassus.com

پڑھائی کی ہی مثال لے لیجئے۔ اگر کوئی طالب علم دل لگا کر پڑھتا نہیں محنت نہیں کرتا تو وہ اپنے عہد سے پھر ہا ہے۔ اس عہد شکنی کی سزا میں جہاں وہ علم سے محروم رہ جائے گا وہیں وہ اساتذہ کی دعاؤں اور خصوصی تربیت سے بھی بے بہرہ رہے گا جو زندگی کے ہر مقام پر مشعل راہ ہوتی ہیں۔

اگر کوئی نوکری کرتا ہے اور وہ اپنے کام سے دیانت دار نہیں، وقت پر دفتر میں حاضر نہیں ہوتا اس سے وابستہ لوگ اس کی وجہ سے پریشانی اور تکلیف اٹھاتے ہیں تو یقین جانیے وہ بددیانت ہی نہیں بدبخت بھی ہے جو اللہ سے رزق کے معاملے میں عہد شکنی کا مرتکب ہوا ہے۔ جان لیجئے کے اللہ نے آپ کے ذمہ جو جو ذمہ داریاں لگا رکھی ہیں ان پر آپ کے اور اللہ کے درمیان ایک خاموش معاہدہ ہوا ہے۔

اب اگر اس میں کوئی کوتاہی ہوتی ہے تو اس کے ذمہ دار آپ ہیں اور یہ تو اللہ بتا ہی چکا ہے کہ ہر شخص اپنی رعیت کا ذمہ دار ہوگا اور اس کی بابت اس شخص سے پوچھ گچھ ہوگی۔ انسان کا اپنے ایمان، عزت و آبرو کی حفاظت کرنا بھی اس عہد کی شقوں میں سے ایک ہے جو وہ رب سے کرتا ہے۔ توحید،رسالت اور عقیدہ ختم النبوت پر ایمان ہی وہ گواہی، وہ عہد ہے جو اسے اللہ سے جوڑتا ہے۔

کلمہ طیبہ اسی کا اقرار تو ہے مگر افسوسناک حقیقت یہ ہے کہ دور حاضر میں مسلمانوں کی اکثریت خصوصاً نوجوانوں کی اکثریت ایفائے عہد کے معنی و مفہوم سے ناآشنا ہے اور ایک ایسی مصنوعی رنگوں بھری زندگی کے حصول کے پیچھے اندھا دھند دوڑ رہی ہے جس کا حاصل خسارے ہی خسارے ہیں۔ ناصرف اس جہاں میں بلکہ اگلے جہاں میں بھی، جہاں زندگی ہی زندگی ہے جبکہ کوئی موت نہ ہوگی۔ ضرورت اس امرکی ہے کہ وعدوں کو ایفاء کرنے کی عادت اپنائیں۔ وعدہ توڑنا برا ہے مگر اس سے بھی برا یہ ہے کہ وہ آپ کو ہی توڑ ڈالے۔

ANS 04

بدگوئی کی سختی سے قرآن و حدیث میں ممانعت کی گئی ہے ۔قرآن میں سورہ الحجرات کی آیت میں واضح طور پر اس روئیے کو برا سمجھا گیا اور اس کی مذمت کی گئی ہے اور باز نہ آنے والے لوگوں کو ظالموں کی صف میں شامل کیا گیا ہے۔

"اور نہ آپس میں ایک دوسرے کو عیب لگاؤاور نہ(ایک دوسرے کو) برے القاب سے پکارو۔ ایمان کے بعد گناہ کا نام لگنا برا ہے-اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم لوگ ہیں"۔

(الحجرات-۴۹:۱۱)

اسی طرح بد گو انسان کو سورہ الھمزہ میں ہلاکت کی وعید سنائی گئی ہے ۔

"ہر طعنہ زن اور عیب جوئی کرنے والے کے لیے ہلاکت ہے"

Downloaded From Tajassus.com

(الھمزہ ۱:۱۰۴)-
سورہ القلم میں بھی طعنہ دینے والے شخص کے لئے وعید آئی ہے-(القلم ۱۱:۶۸)-
قرآن کے علاوہ احادیث میں بھی بدگوئی کی واضح طور پر مذمت کی گئی ہے چنانچہ ایک حدیث میں خوش خلقی کے بارے میں بیان ہوا ہے-
تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو تم سب میں زیادہ بااخلاق ہو-
(صحیح بخاری:جلد دوم:حدیث نمبر 813) -
اسی طرح ایک اور حدیث میں بیان ہوتا ہے -
"جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے"-
(صحیح بخاری:جلد سوم:حدیث نمبر 977)
اسی طرح ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ گیا "بندے کو سب سے اچھی چیز کیا عطا کی گئی؟ فرمایا خوش خلقی-
(سنن ابن ماجہ:جلد سوم:حدیث نمبر 317)
دوسری جانب بد خلقی اور بدگوئی کی مذمت میں کئی احادیث موجود ہیں-ایک اور حدیث میں مسلمانوں کی عزت پر حملہ کرنے والوں کو وعید سنائی ہے-جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا-
"مسلمان کو اذیت نہ دو انہیں عار نہ دلاؤ اور ان میں عیوب مت تلاش کرو- کیونکہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی عیب جوئی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عیب گیری کرتا اور جس کی عیب گیری اللہ تعالیٰ کرنے لگے وہ ذلیل ہو جائے گا- اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر ہی کیوں نہ ہو-
(جامع ترمذی:جلد اول:حدیث نمبر 2121)
مسلمان کی عزت کی اس قدر حرمت ہے کہ جو کوئی اس حرمت کو نقصان پہنچائے ، اس کی نمازیں تک قبول نہیں ہوتیں- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے-
"جو کوئی کسی مسلمان کی آبروریزی کرے گا تو اس پر اللہ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوتی ہے اس کی نفل اور فرض عبادت قبول نہیں ہوتی"-
(صحیح بخاری:جلد دوم:حدیث نمبر 440)
یہ احادیث تو مومن کی عزت و آبرو پر عمومی انداز میں حرمت بیان کرتی ہیں- دوسری جانب بداخلاقی اور بدگوئی کی شناعت کی بنا پر اس کے مختلف پہلوؤں کو احادیث میں موضوع بنایا گیا ہے- چنانچہ بدگوئی کے ایک اہم پہلو یعنی زبان کے استعمال پر حدیث میں آپ نے فرمایا جو

Downloaded From Tajassus.com

شخص اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان کی چیز (زبان) اور دونوں ٹانگوں کے درمیان کی چیز (یعنی شرمگاہ) کا ضامن ہو تو اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں۔

(صحیح بخاری:جلد سوم:حدیث نمبر 1421)

اسی طرح بدگوئی کے ایک اہم پہلو یعنی گالی کے بارے میں ایک حدیث میں بیان ہوتا ہے "مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے"۔(صحیح بخاری:جلد اول:حدیث نمبر 47)۔

اسی طرح لعن طعن کو منع کیا گیا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" مومن پر لعنت کرنا اس کے قتل کرنے کی طرح ہے"۔

(صحیح بخاری:جلد سوم:حدیث نمبر 1058)

طعنہ زنی کو بھی ان الفاظ میں منع کیا گیا ہے ۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔"کسی کے نسب میں طعنہ زنی کرنا اور میت پر نوحہ کرنا زمانہ جاہلیت کی خصلت ہے"۔(صحیح بخاری:جلد دوم:حدیث نمبر 1082)۔

اسی طرح فحش گوئی سے بچنے اور نرمی اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا " نرمی اختیار کرو، کج خلقی اور فحش گوئی سے پرہیز کرو"۔

(صحیح بخاری:جلد سوم:حدیث نمبر 988)

بدگوئی کا مفہوم ہے کسی کے منہ پر اسے برا بھلا بولنا یا کوئی ایسی بات کردینا جس سے اسے اذیت پہنچے۔ عام طور پر لوگ جب کسی کی مخالفت کرتے اور اس پر تنقید کرتے ہیں تو وہ بزدلی کی بنا پر پیٹھ پیچھے خفیہ طریقے سے اس کے عیوب بیان کرتے اور اس کی بے عزتی کے درپے ہوتے ہیں۔ اسے اصطلاح میں غیبت کہا جاتا ہے۔ بعض اوقات اختلاف اس حد تک بڑھ جاتا ہے کہ لوگ منہ پر ہی مخالف کو برا بھلا کہنے لگ جاتے، اس پر نکتہ چینی کرتے، اس کے عیوب بیان کرتے، اس کی کمزوریوں کو اچھالتے، لعن طعن اور ملامت کرتے، طنزیہ فقرے چست کرتے اور یہاں تک کہ گالی بکنے سے بھی گریز نہیں کرتے ہیں۔

یہ رویہ نہ تو دین میں پسندیدہ ہے اور نہ ہی دنیا کے اخلاقی معیار پر پورا اترتا ہے۔ اگر مخالف کمزور ہو تو اس کے نتیجے میں اس کی عزت نفس مجروح ہوجاتی اور نفسیاتی طور پر اسے ناقابل تلافی نقصان پہنچتا ہے۔ اگر دونوں مخالفین ٹکر کے ہوں تو دیگر نقصانات کے ساتھ ساتھ بد مزگی رنجش میں اور رنجش دشمنی میں بدل جاتی ہے جس کا انجام انتقام در انتقام ہوتا ہے۔

قرآن و حدیث میں بدگوئی کی ممانعت:

بدگوئی کے انہی نقائص کی بنا پر اس کی سختی سے قرآن و حدیث میں مذمت کی گئی ہے۔

Downloaded From Tajassus.com

قرآن میں سورہ الحجرات کی آیت میں واضح طور پر اس رویے کو برا سمجھا گیا اور اس کی ممانعت بیان کی گئی ہے اور باز نہ آنے والے لوگوں کو ظالموں کی صف میں شامل کیا گیا ہے۔
"اور نہ آپس میں ایک دوسرے کو عیب لگاؤ اور نہ (ایک دوسرے کو) برے القاب سے پکارو۔ ایمان کے بعد گناہ کا نام لگنا برا ہے۔ اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم لوگ ہیں." (الحجرات ۴۹:۱۱)
سورہ القلم میں بھی طعنہ دینے والے شخص کے لئے وعید آئی ہے،(القلم ۶۸:۱۱)۔
اسی طرح بد گو انسان کو سورہ الھمزہ میں ہلاکت کی وعید سنائی گئی ہے۔
"ہر طعنہ زن اور عیب جوئی کرنے والے کے لیے ہلاکت ہے"،(الھمزہ ۱۰۴:۱)۔
قرآن کے علاوہ احادیث میں بھی بدگوئی کی واضح طور پر مذمت کی گئی ہے۔
"مسلمان کو اذیت نہ دو انہیں عار نہ دلاؤ اور ان میں عیوب مت تلاش کرو۔ کیونکہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی عیب جوئی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عیب گیری کرتا ہے اور جس کی عیب گیری اللہ تعالیٰ کرنے لگے وہ ذلیل ہو جائے گا۔ اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر ہی کیوں نہ ہو۔"(جامع ترمذی:جلد اول:حدیث نمبر 2121)
مسلمان کی عزت کی اس قدر حرمت ہے کہ جو کوئی اس حرمت کو نقصان پہنچائے، اس کی نمازیں تک قبول نہیں ہوتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جو کوئی کسی مسلمان کی آبروریزی کرتا ہے تو اس پر اللہ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوتی ہے اور اس کی فرض عبادت قبول نہیں ہوتی۔ (صحیح بخاری: جلد دوم:حدیث نمبر 440)
یہ احادیث تو مومن کی عزت و آبرو پر عمومی انداز میں حرمت بیان کرتی ہیں۔ دوسری جانب بد اخلاقی اور بدگوئی کی شناعت کی بنا پر اس کے مختلف پہلووں کو احادیث میں موضوع بنایا گیا ہے۔ چنانچہ بدگوئی کا ایک اہم پہلو زبان کا غلط استعمال ہے اور اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان کی چیز(زبان)اور دونوں ٹانگوں کے درمیان کی چیز(یعنی شرمگاہ) کا ضامن ہو تو میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں۔ (صحیح بخاری:جلد سوم:حدیث نمبر1421)
اسی طرح بدگوئی کے ایک اہم پہلو یعنی گالی کے بارے میں ایک حدیث میں بیان ہوتا ہے "مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے"۔ (صحیح بخاری:جلد اول:حدیث نمبر 47)
ایسے ہی لعنت کرنے کو منع کیا گیا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"مومن پر لعنت کرنا اس کے قتل کرنے کی طرح ہے"۔ (صحیح بخاری:جلد سوم:حدیث نمبر 1058)

Downloaded From Tajassus.com

طعنہ زنی کو بھی ان الفاظ میں منع کیا گیا ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔
"کسی کے نسب میں طعنہ زنی کرنا اور میت پر نوحہ کرنا زمانہ جاہلیت کی خصلت ہے"۔
(صحیح بخاری:جلد دوم:حدیث نمبر 1082)
اسی طرح فحش گوئی سے پرہیز اور نرمی اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔آپ صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"نرمی اختیار کرو، کج خلقی اور فحش گوئی سے پرہیز کرو"۔(صحیح بخاری:جلد سوم:حدیث نمبر 988)

ANS 05

1. بَابُ الإِيمَانِ وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «بُنِيَ الإِسْلاَمُ عَلَى خَمْسٍ» :
باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔

2. بَابُ دُعَاؤُكُمْ إِيمَانُكُمْ:
2. باب: اس بات کا بیان کہ تمہاری دعائیں تمہارے ایمان کی علامت ہیں۔

3. بَابُ أُمُورِ الإِيمَانِ:
3. باب: ایمان کے کاموں کا بیان۔

4. بَابُ الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ:
4. باب: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دیگر مسلمان بچے رہیں (کوئی تکلیف نہ پائیں)۔

5. بَابُ أَيُّ الإِسْلاَمِ أَفْضَلُ:
5. باب: کون سا اسلام افضل ہے؟

6. بَابُ إِطْعَامُ الطَّعَامِ مِنَ الإِسْلاَمِ:
6. باب: کھانا کھلانا (بھوکے ناداروں کو) بھی اسلام میں داخل ہے۔

7. بَابُ مِنَ الإِيمَانِ أَنْ يُحِبَّ لأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ:
7. باب: ایمان میں داخل ہے کہ مسلمان جو اپنے لیے پسند کرے وہی چیز اپنے بھائی کے لیے پسند کرئے۔

Downloaded From Tajassus.com

8. بَابُ حُبُّ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الإِيمَانِ:

8. باب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا بھی ایمان میں داخل ہے۔

9. بَابُ حَلاَوَةِ الإِيمَانِ:

9. باب: ایمان کی مٹھاس کے بیان میں۔

10. بَابُ عَلاَمَةِ الإِيمَانِ حُبِّ الأَنْصَارِ:

10. باب: انصار کی محبت ایمان کی نشانی ہے۔

11. بَابٌ:

11. باب:---

12. بَابُ مِنَ الدِّينِ الْفِرَارُ مِنَ الْفِتَنِ:

باب: فتنوں سے دور بھاگنا (بھی) دین (ہی) میں شامل ہے۔

13. بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِاللَّهِ»

13. باب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تفصیل کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جانتا ہوں۔

14. بَابُ مَنْ كَرِهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ مِنَ الإِيمَانِ:

14. باب: جو آدمی کفر کی طرف واپسی کو آگ میں گرنے کے برابر سمجھے، تو اس کی یہ روش بھی ایمان میں داخل ہے۔

Downloaded From Tajassus.com